اسلام اور سماجی طبقہ بندی کے تصور کا تحقیقی جائزہ

Research Analysis of the Concept of Social Stratification in Islam

مقالہ نگار: **نوشین اقبال خان**

پی ایچ۔ڈی سکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

Nosheeniqbal555@gmail.com

معاون مقالہ نگار: **پروفیسر، ڈاکٹر رشید احمد**

ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

rashidir@hotmail.com

Abstract

There are various Stratification in old and present human society such as the class of slaves, class of Shooder, class of Brehman, class of Former, class of Blacksmith etc but in Islamic Shariʿah the concept of social Stratification does not axcist at all. Islam gives equall rights to all kinds of people. Even if he is poor or rich, ignoble offer noble. The only criteria upon which a person is to be judged is "Taqwaah" i.e piety. Allah mentioned this principle in the Holy Qur'an in Surah Al-Ḥujrāt "O mankind Lo! We have created you male and female, and have made you Nations and tribes that ye may know one another. Lo! the noblest of you, in the sight of Allah, is the best in conduct. Lo! Allah is Knower, Aware". [Surah Al-Ḥujrāt. 49:13] To eliminate the virtues and classifications on the basis of race, region, colour, language and calling, Islam teaches us that you are all born from Adam and Eve. In the present world all such Stratifications on the basis of race and calling etc are Satan's manipulations and inexpedient superstition of human mind.

Keyword: Stratification, Shooder, Brehman, blacksmith, Islam, Taqwaah, Satan's manipulations, inexpedient superstition.

سماجی طبقہ بندی سے مراد یہ ہے کہ سماج میں لوگ خود کو پیشوں کے اعتبار سے مختلف طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔ جیسے استاد، ڈاکٹر، انجنئیر، پولیس مین، تجارت پیشہ، ترکان، لوہار، بڑھی، سونار، جولاہا اور نائن وغیرہ۔ پیشوں کے اعتبار سے لوگوں کو عزّت یا ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہندؤں کے ہاں چار ذاتوں کی طرح بعض خطوں میں مسلمانوں کے ہاں بھی ان پیشوں کے اعتبار سے لوگوں کو عزّت یا ذلّت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ پیشہ اسلام میں عزّت یا ذلّت کی معیار نہیں ہے۔ یہ صرف دنیا کا کاروبار چلانے کے لیے اور روزی کمانے کے لیے ہر انسان اپنی استطاعت اور لیاقت

کے مطابق اپناتے ہیں۔ دنیا میں مروّجہ ان پیشوں میں کوئی بھی پیشہ ایسا نہیں ہے جو کہ انسان کی کوئی نہ کوئی ضرورت پورا نہ کرتا ہو۔ اسلام میں فضیلت و برتری تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ جو بندہ جتنا زیادہ تقویٰ دار ہو گا، اتنا ہی خدا کی نظر میں اس کی فضیلت ہو گی۔

فرقہ واریت اور طبقاتی تقسیم

فرقہ واریت کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں سے تمام اتحاد و اتفاق کے لیے زہر قاتل ہیں۔ ان میں سے چند قسمیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ سیاسی فرقہ واریت ۲۔ لسانی فرقہ واریت ۳۔ قومی فرقہ واریت

۴۔ وطنی فرقہ واریت ۵۔ مذہبی فرقہ واریت ۶۔ پیشہ ورانہ فرقہ واریت

فرقہ واریت کی یہ تمام قسمیں ہر سماج اور ہر قوم کے ہاں کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود ہیں۔ اقوام اور ریاستوں کی تاریخ پر اگر باریک بینی سے نظر ڈالی جائے، تو اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ہمیشہ اقوام اور ریاستوں کی تقسیم لسانی، قومی اور وطنی فرقہ واریت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ اقوام اور ریاستوں کے اندر امن و امان اور اتحاد و اتفاق کو نقصان سیاسی، مذہبی اور پیشہ ورانہ فرقہ واریت سے پہنچتی ہے۔ اس لیے اسلام ان سب کی شدید مخالفت کرتا ہے۔[1]

اسلام میں کسی قسم کی ذات پات، رنگ نسل، پیشہ اور قومیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں رکھی گئی۔ اسلام ہر اس چیز کی مخالفت کرتا ہے جس سے کسی قسم کا تعصب پیدا ہوتا ہو۔ زبانوں اور رنگوں کی اختلاف صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اقتدار اعلیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالَمِيْنَ"[2]

"اور اُس کی نشانیوں کا ایک حصّہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ یقیناً اس میں دانش مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں"

دنیا میں علاقیت، نسلیت، قومیت اور پیشہ کی بنیادی پر فضیلت اور طبقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے قرآن پاک انسانوں کو یہ درس دیتا ہے کہ وہ سب ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت بی بی حوا علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ"[3]

"اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے"

مندرجہ بالا اس مختصر سی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کرکے تین نہایت اہم بنیادی حقیقتیں بیان فرمائی ہیں۔

1. ایک یہ کہ تم سب کی جڑ ایک ہے، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پوری انسانیت وجود میں آئی ہے، اور آج تمہاری جتنی نسلیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک باپ حضرت آدمؑ اور ایک ماں حضرت حواؑ سے شروع ہوئی تھی۔ اس سلسلہ تخلیق میں کسی قسم کا کوئی تعصب اور اونچ نیچ کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، جس کے زعم باطل میں تم مبتلا ہو۔[4]

2. دوسرا یہ کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہوجانا ایک فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے روئے زمین پر سارے انسان ایک ہی خاندان تو نہیں ہوسکتا تھا۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ بے شمار خاندان بنیں اور پھر خاندانوں سے قبائل اور قومیں وجود میں آجائیں۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، شکل وصورت، زبانیں، اور رہن سہن بھی لامحالہ مختلف ہی ہوجانا تھا۔ ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دُور دراز خطوں کے رہنے والوں کو بعید تر ہی ہونا تھا۔[5]

3. تیسرا یہ اگر انسانوں کے درمیان فضیلت اور برتری کا کوئی معیار ہوسکتا ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں، کیونکہ ان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے، ان کا مادّہ پیدائش اور طریقِ پیدائش ایک ہی ہے، اوران سب کا نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کا کسی خاص ملک و قوم یا برادری میں پیدا ہونا ایک اتفاقی امر ہے، جس میں اُس کے اپنے ارادہ وانتخاب اور اس کی اپنی سعی و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اصل چیز ہے تقویٰ جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی وپاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہے۔[6]

جہاں تک اسلام میں شادی بیاہ کے معاملات ہیں تو اس میں اسلامی قانون کفو کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کو بعض لوگ اس معنی میں لیتے ہیں کہ کچھ برادریاں شریف اور کچھ کم تر ہیں اور ان کے درمیان رشتہ قابل اعتراض ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک غلط خیال ہے۔ اسلامی قانون کی رُو سے ہر مسلمان مرد کا ہر مسلمان عورت سے نکاح ہوسکتا ہے، مگر ازدواجی زندگی کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ زوجین کے درمیان عادات، خصوصیات، زندگی گزارنے کا طریقہ، خاندانی روایات اور معاشی و معاشرتی حالات میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی ہوتا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح زندگی گزار سکیں۔ یہی کفاءت کا اصل مقصد ہے۔ جہاں مرد اور عورت کے درمیان اس لحاظ سے بہت زیادہ بُعد ہو وہاں عمر بھر کا ساتھ نبھانے کی توقع کم ہی ہوسکتی ہے۔ اس لیے اسلامی قانون ایسے جوڑ بنانے کو ناپسند کرتا ہے۔ نہ اس بنا پر کہ فریقین میں سے ایک شریف اور دوسرا کم تر ہے، بلکہ اس بنا پر کہ حالات زندگی میں

زیادہ فرق واختلاف ہو تو شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے میں ازدواجی زندگیوں کے ناکام ہو جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔[7]

قرآن پاک کے تناظر میں پیشے کی حیثیت اور اہمیت

قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ پر پیشے کی اعتبار فضیلت و برتری نہیں ہوتی۔ دنیا میں بہت سے ایسے پیشے ہیں، جنہیں لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن دنیا میں سب سے زیادہ لوگ اسی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس کے بغیر لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری نہیں ہوسکتی۔ مثال کے طور پر بال کاٹنے والے (نائی) کو دیکھا جائے تو سماج میں لوگ انہیں قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن دنیا میں لوگ سب سے زیادہ اس کے محتاج ہیں۔ اس طرح کپڑا بنانے والے جولاہا کو دیکھا جائے تو لوگ اِسے قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، لیکن عورت چھپانے کے لیے لوگ سب سے زیادہ اسی کے محتاج ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَO أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعمَلُوْا صَالِحاً إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِO يَعْمَلُوْنَ لَهُ مَا يَشَآءُ مِنْ مَحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتٍ اعْمَلُوْا آلَ دَاوُدَ شُكْراً وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُO[8]

"اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد کو خاص اپنے پاس سے فضل عطا کیا تھا۔ اے پہاڑو! تم بھی تسبیح میں ان کے ساتھ ہم آواز بن جاؤ، اور اے پرندو! تم بھی۔ اور ہم نے اُن کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا، کہ پوری پوری زرہیں بناؤ، اور کڑیاں جوڑنے میں توازن سے کام لو، اور تم سب لوگ نیک عمل کرو۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو، میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو تابع بنا دیا تھا۔ اُس کا صبح کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا ہوتا تھا، اور شام کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا۔ اور ہم نے اُن کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔ اور جنات میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے پروردگار کے حکم سے اُن کے آگے کام کرتے تھے، اور (ہم نے اُن پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ) اُن میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے ہٹ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرے گا، اُسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ وہ جنات سلیمانؑ کے لیے جو وہ چاہتے بنا دیا کرتے تھے: اُونچی اُونچی عمارتیں، تصویریں، حوض جیسے بڑے بڑے لگن اور زمین میں جمی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جس سے شکر ظاہر ہو۔ اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گذار ہوں"۔

اسی طرح دوسری جگہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے سورۃ سبا میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ[9]

"اور ہم نے اُنہیں تمہارے فائدے کے لیے ایک جنگی لباس (یعنی زرہ) بنانے کی صنعت سکھائی تاکہ وہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم شکر گذار ہو؟

اللہ تعالیٰ نے بڑے جامع انداز میں تمام انسانوں کو مساوی قرار دیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

خَبِیرٌ[10]۔"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے بنایا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا (محض اس لئے کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ تعالی کے نزدیک تم میں سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو بلاشبہ اللہ تعالی خوب جاننے والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے"۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ان تمام تعصبات خاندانی تفوق حسبی ونسبی تعصب ذات برادری کی اونچ نیچ کو علاقائی عصبیت کو محبت جاہلیت قرار دیا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آیت کریمہ کا شان نزول اور واس کی بنیاد بھی یہی ہے۔ شان نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

(1)امام زہریؒ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے بنو بیاضہ قبیلہ والوں سے کہا کہ اپنے قبیلہ کی کسی لڑکی سے ابوہند صحابی کا نکاح کردوانہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی لڑکیوں کا،اپنے غلاموں سے کردیں یعنی غلاموں سے نکاح کرنے کو انھوں نے اپنے لئے عار سمجھا اس واقعہ کی وجہ سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ زہری فرماتے ہیں خاص طور سے یہ آیت ابوہند کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ابوہند پیشہ کے اعتبار سے حجام تھے)[11]

(۲)ایک قول یہ ہے:

کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کچھ اونچا سنتے تھے صحابہ کرام حضور ﷺ کی مجلس میں سبقت کرنے کے باوجود ان کے لئے جگہ دیدیا کرتے تھے تو یہ ثابت حضور ﷺ کے پہلو کے قریب بیٹھ جاتے تھے تاکہ فرامین نبوی کو سن سکیں ایک دن یہ آئے تو ایک رکعت فجر کی ان سے فوت ہوگئی۔ نماز سے فارغ ہوکر تمام صحابہ نے حضور ﷺ کے قریب اپنی اپنی نشست پکڑلی اور صحابہ کرام حضور ﷺ کی مجلس میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ درمیان میں کسی کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہتی تھی۔ثابت بن قیس نماز سے فارغ ہوکر حضور ﷺ کی طرف آئے لوگوں کی گردن پھلانگتے ہوئے اور جگہ دو جگہ دو کہتے ہوئے، صحابہ نے ان کے لئے گنجائش دی اور یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے مگر ان کے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک اور صحابی تھے ان آگے کے صحابی سے ثابت نے کہا کہ جگہ دو آگے والے صحابی نے جواب دیا میں اپنی جگہ بیٹھا ہوں تم اپنی جگہ بیٹھو ۔ثابت بن قیس غصہ کی حالت میں ان کے پیچھے بیٹھے اور کسی سے پوچھا یہ کون ہے جواب ملا کہ فلاں ہے ثابت نے ان آگے والے صحابی کو یا بن فلانۃ کہا جس سے زمانۂ جاہلیت کی کوئی عار دلانی مقصود تھی وہ آگے والے صحابی بہت شرمندہ ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یا ابن فلانہ کہنے والا کون ہے؟ ثابت نے عرض کیا میں یارسول اللہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان سب کے چہروں کو دیکھو۔ ثابت نے موجود تمام صحابہ کے چہروں کو دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا: ثابت کیا دیکھا؟ عرض کیا کوئی سفید پر کوئی سرخ ہے

کوئی سیاہ ہے۔حضورﷺ نے فرمایا: دیکھو تم ان سے نہیں بڑھ سکتے مگر تقوی کی وجہ سے یعنی تمہارا تقوی اور پرہیزگاری ان سے بڑھ کر ہے تو تمہارا مقام عند اللہ اونچا ہوگا یہ دنیوی اونچ نیچ کی وقعت عند اللہ نہیں ہے۔[12]

(3)ایک قول یہ ہے کہ:

فتح مکہ کے دن حضورﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان پڑھنے کا حکم دیا۔حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو کفار مکہ میں سے عتاب بن اسید بن ابی العاص نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے میرے والد کو یہ بُرا دن دیکھنے سے قبل ہی اٹھالیا۔ حارث بن ہشام نے کہا اس کالے کوے کے سوا محمدﷺ کو کوئی مؤذن ہی نہ ملا۔ سہیل بن عمرو نے کہا اگر اللہ تعالی چاہیں تو اس کو بدل دیں۔ ابوسفیان جو ابھی اسلام قبول نہیں کئے تھے انھوں نے کہا میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ اس کی خبر آسمان کا رب محمدﷺ کو دیدے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کفار مکہ کی یہ شرارت انگیز خبر حضورﷺ کو دی۔آپﷺ نے ان کو بلایا اوران سے پوچھا کیا یہ باتیں تم سب نے کہی ہیں ان سب نے اقرار کیا۔[13]

آیت کریمہ کے شان نزول میں تینوں اقوال میں کسی ایک کو متعین کرنا تو مشکل ہے البتہ اکابر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو ترجیح دی ہے۔شان نزول خواہ کوئی بھی ہو تینوں صورتوں میں مشترکہ طور سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اہل مکہ میں تعصب کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں۔ محض رنگ، وطن، علاقائی امتیاز کو بنیاد بناکر کتنا سخت برا بھلا کہا گیا چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو حسب ونسب کے تفاخر مال ودولت کی کثرت، فقراء وتنگ دست کی حقارت کے جذبہ کی بناء پر زجر وتوبیخ کی کہ عظمت وفضیلت تفوق وبلندی وسرفرازی کا مدار تقوی پر ہے۔

تعصب وتفاخر بدبختی ہے

حضرت امام ابوعیسی ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے:

"کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا۔فرمایا: اے لوگو آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ آدمی جو عند اللہ کریم وشریف ہے اور دوسرا آدمی وہ جو فاجر وبدبخت ہو، عند اللہ ذلیل وبے وزن۔اور تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالی نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد حضورﷺ نے یہی آیت شریفہ یایھاالناس الخ پوری تلاوت فرمائی "[14]

اور ایک روایت میں واضح طور سے ان تمام تعصبات کی سخت انداز میں بیخ کنی کرتے ہوئے سیدنا محمد عربیﷺ نے افضیلت کا مدار بزرگی وبرتری کا مناط محض تقوی وپرہیزگاری کو قرار دیا۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا إسماعيل ثنا سعيد الجريري عن أبي نضرة حدثني من سمع: خطبة رسول الله صلى الله عليه و سلم في وسط أيام التشريق فقال يا أيها الناس ألا إن ربكم واحد وإن أباكم واحد إلا لا فضل لعربي على

أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا أسود على أحمر إلا بالتقوى أبلغت قالوا بلغ رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم قال أي يوم هذا قالوا يوم حرام ثم قال أي شهر هذا قالوا شهر حرام قال ثم قال أي بلد هذا قالوا بلد حرام قال فإن الله قد حرم بينكم دماءكم وأموالكم قال ولا أدري قال أو أعراضكم أم لا كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا أبلغت قالوا بلغ رسول الله صلى الله عليه و سلم قال ليبلغ الشاهد الغائب[15]

"ابونضرۃ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو مقام منی میں ایام تشریق کے درمیان میں حضور ﷺ کے خطبوں میں حاضر تھا درآنحالیکہ آپ اونٹ پر سوار تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:اے لوگو! خبردار تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم) ایک ہے۔ خبردار کسی عربی آدمی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر،نہ کسی کالے وسیاہ آدمی کو کسی سرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کسی سیاہ آدمی پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں تقوی فضیلت کا مدار ہے۔پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا میں نے پیغام الٰہی امت تک پہنچادیا؟صحابہ نے جواب دیا جی ہاں آپ نے پہنچا دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ اس تک پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں"۔

ظاہری حسن وجمال بھی فضیلت وبرتری کا مدار نہیں ہے

تفسیر قرطبیؒ میں بحوالہ طبری حضرت مالک اشعری سے روایت ہے:

کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب ونسب کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہارے جسموں ومالوں کو دیکھتے ہیں لیکن تمہارے دلوں (کے حال کو دیکھتے ہیں پس جس کا دل صالح ونیک ہو۔اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہوتے ہیں اور بلاشبہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تم میں وہ ہے جو بڑا متقی ہے۔[16]

تعصب کرنے والا امت محمدیہ سے خارج ہے

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو فرقہ بندی کا پرچار کرنے والا ہو اور عصبیت کی خاطر قتال وجنگ وجدل کر رہا ہو اور جو تعصب کی خاطر قتال کرتا ہوا مر جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عن جبير بن مطعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس منا من دعا إلى عصبية وليس منا من قاتل عصبية وليس منا من مات على عصبية [17]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی دعوت دی اور ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی خاطر قتال کیا اور ہم میں سے نہیں وہ جو عصبیت کی حالت میں مر گیا۔ یعنی جس وقت اس کا آخری وقت تھا اس وقت بھی وہ قوم و برادری کی ظالم ہونے کے باوجود مدد کرتا تھا اور ظلم وتعدی کو ظلم نہیں سمجھ رہا تھا قومیت وبرادری پر فخر کر رہا تھا۔ اسی حالت میں مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے یہ وعید بیان فرمائی ہے۔

متعصب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

فقہاء نے چار طرح کے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے کو ناجائز لکھا ہے حالانکہ یہ تمام مسلمان ہیں: (1) امام عادل کے خلاف اسلامی حکومت میں بغاوت کرنے والے(2) ڈاکو، (3) تعصب کی وجہ سے آپس میں لڑنے والے دو گروپ اور اسی حالت میں قتل ہوجائیں (4) شہر میں ہتھیار وغیرہ کے ذریعہ کسی بے گناہ کے قتل کے درپے ہونے والا یامال غصب کرنے والا اور اسی حالت میں قتل ہوجائے۔ ان بدقسمت لوگوں کو نہ غسل دیاجائے گا اور نہ نماز پڑھی جائے گی تاہم یہ حکم اسی وقت ہوگا جب کہ یہ حضرات بغاوت کرتے ہوئے، ڈاکہ ڈالتے ہوئے، تعصب کی خاطر قتال کرتے ہوئے، شہر میں ہتھیار وغیرہ کے ذریعہ کسی بے گناہ کے قتل یامال لینے کے فراق میں قتل ہوجائیں ورنہ اگر مذکورہ افعال کے صدور سے قبل یابعد میں موت واقع ہوتو ان کو غسل بھی دیاجائے گااور نماز بھی پڑھی جائے گی۔[18]

تعصب کی وجہ سے آدمی کی ذلت وہلاکت

حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِى رُدِّىَ فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ[19]

"ابن مسعود نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی قوم کی ناحق مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ کے مانند ہے جو کنویں میں گرگیااوراس کی دم پکڑ کراس کو نکالا جائے"۔

ملاعلی قاریؒ نے اس حدیث کے دو معنی بیان کئے ہیں کہ اس ظالم نے اپنی قوم کی ناحق مدد کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالدیا کیونکہ اس کاارادہ نصرت باطلہ سے عزت وسرفرازی رفعت وبلندی تھاپس یہ گناہوں کے کنویں میں گرگیااور اونٹ کی طرح ہلاک ہوگیاپس یہ ناحق مدداس کے لئے ایسے ہی غیر نافع ہے جس طرح اونٹ کو کنویں سے دم پکڑ کر نکالنا۔ (2)دوسرامطلب یہ ہے کہ سیدنا محمد عربی ﷺ نے قوم کو ہلاک ہونے والے سے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ جو حق پر نہیں ہوتا وہ تباہ وبرباد ہی ہوجاتا ہے اور اس ناحق مدد کرنے والے کو اونٹ کی پونچھ (دم) کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح اس اونٹ کو دم کے بل کھینچ کر نکالنا ہلاکت سے نہیں بچاسکتااسی طرح اپنی ظالم قوم کی ناحق نصرت کے ذریعہ اس قوم کوہلاکت کے اس کنویں سے نہیں بچاسکتا جس میں یہ لوگ گرگئے ہیں۔[20]

حسد گناہوں میں سب سے پہلا گناہ ہے

بغض وحسد ہی سب سے پہلا وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سب سے پہلے شیطان ملعون نے آسمانوں میں کی اور گناہگار اور لعنتی ٹھہرااور دنیا میں سب سے پہلا گناہ حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کا قتل کرکے کیا۔ حسد کرنے والا لعنتی اور اللہ تعالیٰ کے حکم عدولی کرنے والا ہوتاہے۔ چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ حاسد پانچ بات سے خدا تعالیٰ سے جنگ ومقابلہ کرتا ہے: (۱) حاسد اس نعمت کو ناپسند کرتاہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے بجائے کسی اور کو دی ہوتی ہے(۲) دوسرا اپنی

قسمت خداوندی سے ناراض ہوتا ہے کہ جو نعمت دوسروں کو حاصل ہے اس کو کیوں نہیں حاصل۔(۳) اللہ تعالیٰ کے کاموں سے بغض وحسد کرتا ہے (۴) اولیاءاللہ کی رسوائی کا ارادہ کرتا ہے (2) یہ دشمن خدا ابلیس کی مدد کرتا ہے کیونکہ سب سے پہلے حسد اسی نے کیا تھا۔[21] ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزوں سے کوئی محفوظ نہیں رہتا: بدشگونی، بدگمانی، حسد سے۔عرض کیا گیا یارسول اللہ ان سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا: جب تو بدشگونی کرے دوبارہ مت کر اور جب بدگمانی کرے اس کو ثابت مت کر اور جب حسد کرے تو ظلم مت کر[22]

عن الزہری قال حدثنی انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا كونوا عبادا الله ولا يحل لمسلم أن يهجر اخاه فوق ثلة آيام وقال الحافظ بن حجر وزاد عبدالرحمن بن اسحاق عنه فيه ولا تنافسوا وكذا وقعت في رواية للمسلم عن الأعمش وفي رواية للمسلم ولا تقاطعوا[23]

"حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے دشمنی مت کرو اور اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو کر رہو اور مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن (تین رات) سے زائد بولنا چھوڑ کر رکھے اور دنیوی ساز وسامان میں حرص بازی مت کرو"۔ تین دن تین رات سے زائد ترک کلام و قطع تعلق جائز نہیں ہے ہاں اگر اس سے گفتگو و تعلق بحال کرنے میں دین میں مفسدہ کا خوف ہو یا خود کی جان مال وغیرہ کا خطرہ ہو تو اس سے ترک کلام جائز ہے اور بہت سی قطع تعلقی تکلیف اختلاط و تعلق سے بہتر ہوتی ہے۔[24]

تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی

تین قسم کے بد قسمت لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جو حرام کھاتا ہو۔جو ہر وقت لوگوں کی غیبت اور عیب جوئی میں مصروف ہو اور تیسرے وہ جس کے دل میں مسلمان کی خیانت، بغض کینہ اور حسد ہو۔[25]

اپنی قوم سے محبت کرنا کوئی گناہ یا جرم نہیں

اس بات کو بھی مد نظر رکھا جائے کہ فرقہ بندی یا تعصب وہی قابل مذمت ہے جس میں آدمی اپنی قوم کی محبت میں قوم کے ظالم و زیادتی پر ہونے کے باوجود اس کی مدد کرتا ہے ورنہ اپنی قوم اور رشتے داروں سے محبت کرنا ظلم و زیادتی سے ان کو بچانا کوئی گناہ یا قابل اعتراض نہیں بلکہ قابل تعریف ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے رشتے داروں سے ظلم کی مدافعت و دفاع کرتا ہے۔[26]

عصر حاضر کا اسلامی سماج

تاریخ اسلام کا اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو اس سے روزِ روشن کی طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہیں کہ دورِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر صدی یا کئی عشرے گزرنے پر اسلامی سماج یعنی اسلامی معاشرے میں تبدیلیاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔انہی

تبدیلیوں کے مطابق اس سماج کے باشندوں نے بھی اپنارد عمل ظاہر کیا ہے۔اب سماج میں یہ تبدیلیاں کیوں پیدا ہوتیں ہیں؟اس کے اسباب کیا ہے؟ذیل کی بحث سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

سماج کی تبدیلیوں کے عناصر/اسباب

سماج کی تبدیلیوں کے عناصر یااسباب حسبِ ذیل ہیں۔

سیکھنے کا عمل

تمام معاشروں میں سیکھنے کا عمل جاری رہتاہے۔ایک معاشرہ کسی ایک میدان میں دوسرے سے آگے ہوتا ہے اور دوسرا معاشرہ کسی دوسرے میدان میں۔ ان معاشروں کے اہل علم ودانش تقابلی مطالعے کے ذریعے بہتر سے بہتر کی تلاش میں اپناسفر جاری رکھتے ہیں اوراس کے نتیجے میں دوسرے معاشروں سے سیکھ کراپنے معاشرے کی ترقی میں کردارادا کرتے ہیں۔[27]

سیاسی عوامل

معاشرتی تبدیلیوں میں سیاسی عوامل بہت اہم کردارادا کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں کا دنیاپر سیاسی غلبہ قائم ہوا تو یہ دنیا کی مجبوری تھی کہ وہ مسلمانوں کے دین اوران کی تہذیب کامطالعہ کریں اور اس کے مطابق اپنی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کریں۔بعینہ یہی معاملہ اہل مغرب کے غلبے کے زمانے میں مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ جیسے ہی اہل مغرب نے مسلم علاقوں پر قبضہ کیا۔مسلمانوں کے ہاں ان کی زبان،رہن سہن، علوم اور تہذیب کواپنانے کا عمل شروع ہوگیا۔ یہی عمل مشرق بعید کے ممالک میں بھی جاری ہے اور ان کے معاشرے بھی ویسٹرنائزہوتے جارہے ہیں۔[28]

معاشی عوامل

جب کوئی قوم معاشی اعتبار سے ترقی کرجاتی ہے تو اس کے ہاں علم سے وابستگی میں اضافہ ہوجاتاہے۔معاشروں میں نابغہ روزگار شخصیات پیدا ہوتی ہیں جو قوم کی علمی ترقی میں کردارادا کرتی ہیں۔ غربت کے دائرے میں گردش کرنے والی اقوام کے ہاں ایساحادثہ کم ہی وقوع پذیر ہوا کرتاہے۔اس طرح ترقی یافتہ اقوام جب غریب اقوام میں سرمایہ کاری کرتے ہیں تووہ اپنے ساتھ نیاتہذیب اور ثقافت کو بھی لے کرآتے ہیں۔یاجب غریب ممالک کے باشندے ترقی یافتہ ممالک کو تجارت کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔تو وہاں سے واپسی پر یہ اپنے ساتھ وہاں کی تہذیب وتمدّن کو بھی لے آتے ہیں۔لہٰذا غریب ممالک میں ترقی یافتہ ممالک کی سرمایہ کاری ہویاغریب ممالک کے باشندے جب ترقی یافتہ ممالک کوروزگارکے لیے جاتے ہوں تو دونوں صورتوں میں غریب ممالک کی تہذیب وتمدّن،معاشرتی سوچ اور طرزِزندگی تبدیل ہوجاتی ہے۔[29]

قدرتی عوامل

انسان کا قدرتی ماحول اس کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔دنیا کی بڑی بڑی قدیم تہذیبوں نے دریاؤں یا سمندروں کے کناروں پر جنم لیا۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ برف پوش پہاڑوں یا تپتے صحراؤں میں کسی بڑی تہذیب کو فروغ حاصل ہوا ہو۔مسلمانوں کے دور میں عرب کے مرکزی شہروں مکہ ومدینہ سے شروع ہونے والی تہذیب بنوامیہ کے دمشق وغرناطہ اور بنو عباس کے بغداد میں اپنے عروج پر پہنچ گئی۔عباسی حکومت کے زوال کے بعد وسط ایشیا کے شہر بخارا، سمرقند اور نیشاپور وغیرہ مسلم علم اور تہذیب کے مراکز بن گئے۔یہی معاملہ قاہرہ، دہلی اور استنبول کے ساتھ پیش آیا۔ مغربی دنیا میں بھی سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر وہی سمجھے جاتے ہیں جو دریاؤں اور سمندروں کے قریب آباد ہیں۔ان کی مثال لندن، نیویارک اور پیرس ہیں۔

چونکہ یہ شہر باقی دنیا سے ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن کے ذرائع کے بدولت جڑے ہوتے ہیں،اس لیے ان میں تبدیلی کا عمل تیز ہوتا ہے۔ دوسرے معاشروں سے سیکھنے کا عمل ان میں باقی شہروں کی نسبت تیز ہوتا ہے اور ان کے ہاں جلد تبدیلیاں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ ایسے شہر جو کہ مرکزی مقامات سے دور واقع ہوتے ہیں۔ان کے ہاں تبدیلی کی رفتار نسبتاً سست ہوتی ہے لیکن اپنے رجحانات میں یہ ترقی یافتہ شہروں کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔[30]

عصر حاضر کے اسلامی سماج کو پرکھنے کا معیار

عصر حاضر کو پرکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے کوئی معیار قائم کر لیا جائے۔مختلف افراد کسی بھی معاملے کو مختلف نظر سے دیکھتے ہیں۔ہر شخص کے تجزیے کے مختلف ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ تجزیے کے لیے مختلف معیار استعمال کرتے ہیں۔چونکہ عصر حاضر کے اسلامی سماج کو مذہبی نقطہ نظر سے پرکھنا مطلوب ہے۔اس لیے اس میں ہم معیار کے طور پر حسبِ ذیل تین چیزوں کو استعمال کریں گے۔

1۔ اخلاقیات، 2۔شریعت،اور 3۔انسانیت کے لیے فائدہ۔

دور جدید کو پرکھنے کے لیے ہمارا بنیادی معیار "اخلاقیات" ہے۔ یہ وہ دین فطرت ہے جو پوری نسل انسانیت میں مشترک ہے۔ ہر انسان کو برائی اور بھلائی کا شعور دیا گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ بعض افراد اپنے مخصوص حالات کے باعث بسا اوقات اس فطرت کو مسخ کر بیٹھتے ہیں، لیکن انسانوں کی غالب اکثریت کسی بھی چیز کے اخلاقی طور پر صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں مختلف آراء کی حامل نہیں ہو سکتی۔ اس معاملے میں کسی بھی اختلاف کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس چیز کا اطلاق خود پر کرے۔

اخلاقیات کے علاوہ ہمارے نزدیک عصر حاضر کو پرکھنے کا معیار اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی "شریعت" ہے۔ شریعت سے مراد فقہ اور قانون کی ضخیم کتب نہیں بلکہ اس سے مراد وہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب "قرآن مجید" اور رسول

اللہ ﷺ کی سنت وحدیث میں محفوظ کر دی ہے۔یہ ہدایت پیچیدہ اور طویل احکام پر مشتمل نہیں بلکہ بہت مختصر اور آسان ہے۔ اس ہدایت کو سمجھنے کے لیے انسان کو بہت ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ایک عام شخص بھی اس ہدایت سے اتنا ہی فیض یاب ہو سکتا ہے جتنا کہ کوئی ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص۔ان دو معیارات کے علاوہ اس پہلو سے بھی دور حاضر کی کسی تبدیلی کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ آیا یہ تبدیلی قلیل اور طویل مدت کے لیے فائدہ مند بھی ہے یا نہیں؟۔اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ معیار اخلاقیات ہی کی ایک ایکس ٹنشن ہے۔[31]

عصر حاضر کے اسلامی سماج میں معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیاں

عصر حاضر میں بہت سے عوامل کے نتیجے میں متعدد معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔اسلامی سماجی ڈھانچہ، معاشرتی اقدار، خاندانی نظام اور سماجی ادارے شکست وریخت اور خرابی کا شکار ہیں۔اب ان کی جگہ نئی سوچ، نیا سماجی ڈھانچہ، اقدار اور ادارے بن رہے ہیں۔مثال کے طور پر اسلام میں ایک خاندان ماں باپ، بیٹوں اور بیٹیوں وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔خاندان کا سربراہ باپ ہوتا ہے جبکہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بڑا بیٹا گھر کا سربراہ ہوتا ہے۔ خاندان کے افراد کی ذمہ داریاں اور حقوق وفرائض متعین ہوتے ہیں۔بڑے چھوٹے کا تمیز، پردے کا اہتمام، گھر میں داخل ہونے کے آداب، آپس میں بات کرنے اور ملاقات کے اوقات متعین ہیں۔لیکن اب عصر حاضر میں لوگ اسلام کے ان معاشرتی آداب کو بہت کم ہی توجہ دیتے ہیں۔ اب آہستہ آہستہ اسلام کا یہ خاندانی ڈھانچہ میڈیا اور خصوصاً مغربی ثقافت کی پرچار کی وجہ سے متاثر ہو رہا ہے۔[32]

سیاسی تبدیلی

عصر حاضر میں بعض اہم ترین سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ان میں بہت سی تبدیلیاں نظریاتی اور بہت سے عملی سیاست میں میدان میں رونما ہوئی ہیں۔ان تبدیلیوں میں سے ایک جمہوریت ہے۔دورِ قدیم ہی سے بادشاہت اور آمریت کا نظام دنیا میں رائج رہا ہے۔تاریخ انسانی میں اس سے استثنا صرف بنی اسرائیل کے ابتدائی دور میں رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت راشدہ کو رہا ہے۔جمہوریت اور آمریت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جمہوریت میں حکومت عام لوگوں کے مشورے سے قائم ہوتی ہے اور انہی کے مشورے سے ختم ہوتی ہے۔حکومت اپنے عوام کے سامنے اپنے ہر فعل کے لیے جواب دہ ہوتی ہے۔ آمریت اس کے برعکس کسی فرد، خاندان یا گروہ کی طاقت کے بل بوتے پر قائم ہوتی ہے اور آمر اپنے افعال کے لیے قوم کو جواب دہ نہیں ہوتا۔عصر حاضر میں اہل مغرب نے سیاسی میدان میں جمہوریت کی روایت قائم کر دی ہے۔ مسلم ممالک میں اس روایت کو بالعموم اختیار نہیں کیا گیا اور زیادہ تر مسلم ممالک میں بادشاہت یا فوجی آمریت کا نظام قائم ہے۔لیکن اب آہستہ آہستہ مسلم ممالک بھی جمہوری نظام کی طرف جا رہے ہیں۔بہت سے مسلم ممالک میں کسی نہ کسی صورت میں جمہوریت قائم ہو چکی ہے، جبکہ بعض مسلم ممالک جیسے ملائیشیا میں جمہوری

نظام کامیابی سے چل رہا ہے۔[33]

معاشی اور تکنیکی تبدیلی

عصر حاضر میں دور قدیم کے مقابلے میں بالکل مختلف معاشی نظام نے جنم لیا ہے۔ دور قدیم میں پوری معیشت زراعت کے گرد گردش کیا کرتی تھی۔ تجارت کا انحصار بھی زراعت ہی پر ہوا کرتا تھا۔ صنعت نہایت ہی ابتدائی درجے کی ہوا کرتی تھی۔ صنعتی اور مشینی انقلاب کے بعد بڑی بڑی جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں بنانے اور کاروبار کو عالمی سطح پر پھیلانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1990ء میں کمیونزم کے زوال کے بعد معاشی میدان میں عالمگیریت کا رجحان بہت تیز ہو چکا ہے۔ معاشی اور تکنیکی میدان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں میں بھی مثبت اور منفی دونوں رجحانات پائے جاتے ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے پیدا ہونے والی تبدیلیاں زیادہ تر مثبت نوعیت کی ہیں تاہم ان میں منفی استعمال کا امکان بھی موجود ہے۔ معاشی اعتبار سے پیدا ہونے والی تبدیلیاں زیادہ تر منفی نوعیت کی ہیں۔[34]

اسلام اور عصر حاضر

موجودہ دور کے تمام انسانی مسائل، براہ راست یا بالواسطہ طور پر صرف ایک چیز کا نتیجہ ہے (خدا اور انسان کے درمیان جدائی)۔ دور جدید نے انسان کو مادی ساز و سامان تو بہت دیئے مگر اس کے خدا کو اس سے چھین لیا۔ اس طرح اس نے جدید انسان کے جسم کے لیے خوراک کا انتظام کیا اور روح کو فاقہ کی حالت میں چھوڑ دیا۔ روح کو اگر جسم سے کامل طور پر جدا کر دیں تو جسم کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسا کریں کہ روح کی جو غذا ہے وہ اسے دینا بند کر دیں تو روح فاقہ کی حالت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ روح کے فاقہ سے روح پر وہ سب کچھ گزرنے لگتا ہے جو جسم کے فاقہ سے جسم پر گذرتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن میں ان لفظوں میں بیان ہوئی ہے۔

الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[35]

"یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، اور جن کے دِل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دِلوں کو اِطمینان نصیب ہوتا ہے"۔

حواشی

1 منور، منیر احمد (مولانا)، فرقہ واریت کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور اس کا سدباب کیا ہے؟، ص71-72، مکتبہ قاسمیہ اردو بازار، لاہور

Munawar, Munir Ahmad, Firqa Wāriyat Kia Hy? Awr Q hy? Awr is ka Sade Bāb Kia hy? P. 71, 72, Maktaba Qāsmiya, Urdu Bazar, Lahore.

2 سورۃ الروم: ۲۲

Sūrah Rūm: 22.

3 سورۃ الحجرات: ۱۳

Sūrah Al Ḥujurāt: 13.

4 مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ص96

Mulana Abul Aʿla Mudūdi, Tafhīm al Qur'an, p. 96.

5 ایضاً۔

Ibid.

6 ایضاً، ص97

Ibid. p 97.

7 ایضاً، ص99

Ibid. p 99

8 سورۃ سباء: 10-13

Sūrah Saba': 10-13.

9 سورۃ الأنبياء: 80

Sūrah al Anbia': 80.

10 سورۃ الحجرات: 13۔

Sūrah Al Ḥujurāt: 13.

11 قرطبی، الجامع الاحکام القرآن: ۶۰۴/۸

Qurtabi, Al Jamiʿ li Aḥkām al Qur'an, vol. 8, p.604.

12 ایضاً: ۸/ ۶۰۵

Ibid. vol. 8, p 605.

13 ایضاً:

Ibid.

14 ابو عبداللہ الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند، مؤسسۃ قرطبہ۔ قاہرہ۔ ۵۲۴/۲

Abu Abdullah Al Shaibānī, Ahmad bin Ḥambal, Musnad, M'uassisah Qurtaba, Qairo, vol. 2, p. 524.

15 ایضاً: ج5، ص411، رقم23536۔

Ibid. vol. 5, p. 411, Hadith no. 23536.

16 اسحاق بن ابراہیم بن راھویہ، مسند: مکتبۃ الایمان۔ مدینہ منورہ، 1412ھ۔1991ء، ج1، ص369، رقم الحدیث، 379۔

Isḥaq bin Ibrahim bin Rahviya, Musnad, Maktabat ul Imān, Medina, 1412H-1991A, vol 1, p. 369, Hadith 379.

17 السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، سنن: دارالکتاب العربی۔ بیروت، ج4، ص494، رقم الحدیث 5123۔

Al Sajistāni, Abu Dāūd Suleman bin al Ashʿas, Sunan, Dār al Kitāb al Arabi. Beirut, vol 4, p 494, Hadith no. 5123.

18 در مختار علی رد المختار (شامی): ۶۴۲/۱-۶۴۳

Dure Mukhtār ʿala Rad al Mukhtār, vol. 1, p. 642, 643.

19 ابوداؤد، سنن: ج4، ص493، رقم الحدیث 5119۔

Abu Dāūd, Sunan, vol. 4, p.493, Hadith no. 5119.

20 ابو الطیب محمد شمس الحق، عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، المکتبۃ السلفیۃ۔ مدینہ منورہ، 1388ھ۔1968م، ج9، ص2397۔

Abu Al Tayyab Muhammad Shams ul Haq ʿAzīm Abādi, ʿAun al Maʿbūd Sharḥ Sunan abi Daūd, Maktab al Salafiyah. Medina, 1388H-1968A, vol. 9, p. 2397.

21 احمد بن محمد الصاوی، حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر: ۴/ ۵۰۳

Ahmad bin Muhammad Al Sāvi, Ḥashia al Sāvi ʿala Sharḥ al Saghīr, vol. 4, p. 503.

22 عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۵۹۱/۱۰۔

ʿAsqalāni, Ibne Ḥajar, Fatḥ al Bāri Sharḥ Sahih al Bukhāri, vol. 10, p. 591.

23 ایضاً: ۵۹۳/۱۰

Ibid. vol. 10, p. 593.

24 ایضاً۔

Ibid.

25 ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن: ۶۰۳/۱۰

Abu Abdullah Muhammad bin Ahamd, Al Jamiʿ li Aḥkām al Qurʾan, vol. 10, p. 603.

26 ابوداؤد، سنن: ج4، ص493، رقم الحدیث 5122۔

Abu Dāūd, Sunan, vol. 4, p. 493, Hadith no. 5122.

27 نذیر، محمد مبشر، اسلام اور عصر حاضر کی تبدیلیاں، ص،6۔

Nazir, Muhammad Mubashir, Islam aur ʿAsr Ḥazir ki Tabdīlian, p. 6.

28 ایضًا، ص،7

Ibid. p. 7.

29 ایضاً۔

Ibid.

30 ایضًا، ص،8

Ibid. p. 7.

31 ایضاً، ص،10

Ibid. p. 10

32 ایضًا، ص،17

Ibid. p. 17.

33 ایضًا، ص 25-31

Ibid. p. 25-31.

34 ایضاً، ص، 32-35

Ibid. p. 32-35

35 سورۃ الرعد:80

Sūrah al Raʿd, 80.